

ڈاکٹر محمد آصف اعوان  
صدر، شعبہ اُردو،  
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

## خادم اقبال - علی بخش

The article titled as "Khadim-e- Iqbal\_\_\_ Ali Buksh" is about Iqbal's devoted servant Ali Buksh. Ali Buksh came to Iqbal in his early age and served him till his last breath. This article is consists of Ali Buksh's personal and family data and other information, Ali Buksh was well aware of Iqbal's habits and daily life. He used to attend and perform Iqbal's personal works, take care of his guests and to give him medicine in time. Iqbal had a lot of trust in him.

شاید ہی دنیا میں کسی بڑی اور علمی شخصیت کے خادم کو وہ عزت، شہرت، پیار اور احترام ملا ہو جو علامہ اقبال کے خادم علی بخش کے حصے میں آیا۔ بقول سید نذیر نیازی ”ڈاکٹر صاحب کے عقیدت مند بھی اس سے دوستوں کی طرح ملتے، عزت کرتے، اس سے چھیڑ چھاڑ رہتی، محمود شیرانی اسے پیر بھائی کہتے۔“<sup>(۱)</sup> بقول سید نذیر نیازی ”حضرت علامہ بھی علی بخش کی بڑی قدر کرتے ہیں“،<sup>(۲)</sup> علی بخش کے علاوہ بھی گھر میں دو نوکر تھے دیوان علی اور رحمانگر اقبال کو جو اعتماد علی بخش پر تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکا۔

علی بخش کا تعلق ضلع ہوشیار پور کے گاؤں اٹل گڑھ سے تھا۔ والد کا نام حیات بخش تھا۔ علی بخش کے چار بھائی تھے، مولانا بخش، نبی بخش، محمد بوٹا اور مہر دین تیرہ چودہ برس کی عمر میں ملازمت کی غرض سے لاہور آیا اور مولوی حاکم علی<sup>(۳)</sup> کے ہاں چار روپے ماہانہ پر ملازمت اختیار کر لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اقبال اندرون بھائی دروازہ لاہور کرائے کے مکان میں رہتے تھے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر تھے۔ مولوی حاکم علی بھی مشن کالج میں پڑھاتے تھے اور اقبال کے گھر کے سامنے ان کی رہائش تھی۔ ابھی علی بخش کو مولوی صاحب کے ہاں ملازم ہوئے تین چار ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک روز مولوی صاحب نے اسے ایک خط دیکر اقبال کے ہاں بھیجا<sup>(۴)</sup> اقبال نے خط لے لیا اور علی بخش سے کہا کہ ”تم ہماری نوکری کر لو!“، علی بخش نے جواب دیا کہ میں تو مولوی صاحب کے پاس ملازم ہوں۔ انہیں کیسے چھوڑوں؟ اقبال نے کہا کہ ”ہمارے پاس آ جاؤ گے تو بہت اچھے رہو گے“، ان کے اصرار پر علی بخش نے گاؤں سے اپنے کسی عزیز کو بلوا کر مولوی حاکم علی کے پاس رکھوا دیا اور خود اقبال کے ہاں ملازم ہو گیا،<sup>(۵)</sup>

فقیر سید وحید الدین نے لکھا ہے کہ علی بخش 1900ء میں اقبال کے ہاں نوکر ہوا<sup>(۶)</sup> مگر خود علی بخش کا بیان ہے کہ وہ اقبال کے پاس ان کے یورپ جانے سے کوئی لگ بھگ ایک سال پہلے ملازم ہوا۔ محمد شفیع نے سول اینڈ ملٹری

گزٹ کے اقبال سلیمنٹ میں ۲۱-۱ اپریل ۱۹۵۴ء کو علی بخش کا ایک انٹرویو ”An iqbal master and an ideal servant“ کے عنوان سے شائع کیا۔ محمد شفیع علی بخش سے روایت کرتے ہیں:

"I had been hardly for a year or so with sheikh sahile when he programmed to visite europe for higher studies.I hade him good-lye with wrench of heart."

جب علی بخش نے اقبال کے ہاں ملازمت اختیار کی تو بہت کم عمر تھا۔ کھانا پکانے اور دیگر گھریلو کام کاج کی بھی زیادہ سوجھ بوجھ نہ تھی۔ عبدالمجید سالک لکھتے ہیں کہ ”ایک دفعہ (اقبال) کہنے لگے کہ جب میں پہلے پہل لاہور آیا تو علی بخش میرے ساتھ تھا لیکن تھا بالکل جاں گلو، اتفاق سے اس نے کسی سے آلو گوشت پکانا سیکھ لیا تھا۔ چنانچہ صرف آلو گوشت ہی پکا کر میرے آگے رکھ دیتا تھا۔ صبح آلو گوشت، شام آلو گوشت، یہاں تک کہ چار پانچ مہینے گزر گئے۔ اس دوران میں احباب کی دعوتوں کے سوا میں نے مسلسل آلو گوشت ہی پر گزران کی اور علی بخش نے بھی کوئی اور سالن پکانا نہ سیکھا۔ بعد میں علی بخش بعض کھانے اچھی طرح پکانے لگا لیکن اقبال اس کے آلو گوشت کو عمر بھر نہ بھول سکے۔“ (۸) جب ۱۹۰۵ء میں اقبال اعلیٰ تعلیم کی غرض سے ولایت چلے گئے تو انہوں نے علی بخش کو اپنے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے پاس ہنکو (نزد کوہاٹ) بھیج دیا مگر علی بخش کہتا ہے کہ وہاں میرا دل نہ لگا اور میں واپس آ کر پہلے اسلامیہ کالج اور پھر مشن کالج میں ملازم رہا۔ ایک دن سید تقی شاہ ابن مولانا میر حسن مرحوم سے میری ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ علی بخش! میں تیری تلاش میں تھا۔ ولایت سے شیخ صاحب کا خط آیا ہے کہ علی بخش کو تلاش کرو! تمام دوست اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کو ”شیخ صاحب“ کہتے تھے کہ کیوں کہ وہ اس وقت تک ڈاکٹر نہیں ہوئے تھے) وہ نوکر ہو یا بے کار میرا انتظار کرے۔ میں نے کہا کہ میں ملازم ہوں۔ وہ بولے کہ شیخ صاحب کا تاکید خط آیا ہے جو وہ چاہتے ہیں وہی کرو۔“ (۹) چنانچہ جب اقبال اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد ۱۹۰۸ء میں لاہور واپس گئے تو علی بخش بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

علی بخش کہتا ہے کہ زندگی میں صرف ایک موقع ایسا آیا کہ جب اس نے رشتے داروں کے اصرار پر نوکری چھوڑنے اور گھر واپس جانے کی ٹھان لی۔ علی بخش روایت کرتا ہے کہ ”ایک دن ڈاکٹر صاحب دن بھر کے کاموں سے فرصت پا کر گھر آئے اور کھانا کھا کر حقہ پینے لگے۔ میں نے جی کڑا کر کہا ”شیخ صاحب! میں گھر جانا چاہتا ہوں“ وہ حقہ پیتے پیتے رک گئے اور کہنے لگے ”کیوں خیر ہے“ میں نے کہا ”اب میرا جی لاہور میں نہیں لگتا، چاہتا ہوں کہ گھر چلا جاؤں اور باقی عمر اپنے کنبے میں گزار دوں۔“ ڈاکٹر صاحب بولے ”کیا تم نے سچ ارادہ کر لیا ہے؟“ میں نے کہا ”جی ہاں!“ انہوں نے تین بار یہی بات پوچھی اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا کہ میں اب لاہور میں نہیں رہ سکتا۔ وہ کہنے لگے ”اچھا کب جاؤ گے؟“ میں نے کہا اجازت ہو تو ابھی چلا جاؤں“ فرمایا ”تمہاری مرضی“ میں نے بوریا بندھا اٹھایا اور اجازت چاہی تو کہنے لگے ”علی بخش! میرا جی چاہتا ہے کہ تم میرے ہی پاس رہو“ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر کہنے لگے ”میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہیں نہ جانے دوں گا۔ ہاں اگر تم چھٹی لے کر جانا چاہو تو اور بات ہے۔ جب جی چاہے گھر ہو آیا کرو۔ کوئی روکتا تھوڑے ہی ہے بلکہ اچھا تو یہ ہے

کہ سال میں کچھ عرصہ چھٹی کا مقرر کر لو اور یہ دن اپنے گھر میں گزار آیا کرو“ میں نے ارادہ تو کیا تھا کہ اب لاہور میں نہیں رہوں گا لیکن ڈاکٹر صاحب کی باتیں سن کر ارادہ ٹوٹ گیا اور جب انہوں نے پوچھا ”کیوں یہ بات منظور ہے؟“ تو میری زبان سے صرف اتنا نکلا ”جی ہاں شیخ صاحب!“ وہ پھر کہنے لگے ”کیوں اب مجھے چھوڑ کے تو نہیں جاؤ گے؟“ پھر میں نے ڈاکٹر صاحب کے قدموں میں ساری عمر گزار دی، (۱۰)

علی بخش کی شادی چھوٹی عمر ہی میں ہو گئی تھی اور لاہور آنے سے قبل اس کی بیوی کا انتقال بھی ہو چکا تھا۔ اقبال ابھی انگلستان میں ہی تھے کہ علی بخش کی زندگی میں دو واقعات رونما ہوئے۔ ایک تو اس کے گھر میں چوری ہو گئی اور دوسرا یہ کہ اس کے عزیز رشتہ داروں نے یہ اصرار کرنا شروع کر دیا کہ وہ دوسری شادی کر لے۔ اس کا اپنا ارادہ بھی بن چکا تھا چنانچہ اس نے اجازت اور مشورے کے لیے علامہ اقبال کو ولایت خط لکھوا کر بھیجا۔ اقبال نے ۱۱ دسمبر ۱۹۰۸ء کو لندن میں علی بخش کے نام جوابی خط تحریر کیا۔ (۱۱) اقبال نے سب سے پہلے تو یہ بتایا کہ ابھی ان کے واپس وطن آنے میں چھ سات ماہ کا عرصہ باقی ہے اور پھر علی بخش کے گھر میں چوری ہو جانے پر اس کے ساتھ افسوس کا اور اس امر کا اظہار کیا کہ ”اگر میں وہاں ہوتا تو اس موقع پر ضرور تمہاری مدد کرتا،“ (۱۲) شادی کے حوالے سے اقبال نے علی بخش کو یہ مشورہ دیا کہ انسان کو شادی اس صورت میں کرنی چاہئے کہ جب وہ بیوی کو آسودہ رکھ سکے۔ انہوں نے علی بخش کو کہا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم اپنی محنت سے بیوی کو آسودہ رکھ سکو گے تو ضرور کر لو۔ شادی کرنا عین ثواب ہے اگر بیوی آسودہ رہ سکے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہ کر سکتا ہو تو وہ شادی کرنے سے نہ صرف اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کرتا ہے بلکہ ایک بے گناہ کو بھی ساتھ لے ڈوبتا ہے۔ (۱۳) اگرچہ علی بخش کے گھر والوں نے دو تین مرتبہ اس کی شادی کرنے کی کوشش کی مگر کوئی بھی کوشش بار آور نہ ہوئی اور شادی کی نوبت نہ آئی۔

علی بخش ایک نہایت سادہ، مخلص، دیانت دار، خدمت گزار، وفادار اور محنتی انسان تھا۔ علی بخش شروع شروع میں گھریلو امور میں اتنا طاق نہیں تھا مگر پھر آہستہ آہستہ گھر کے سارے کام خوش اسلوبی سے انجام دینے لگا یہاں تک کہ بچوں کو اسکول لے جانا اور واپس لے کر آنا بھی اسی کی ذمہ داری تھی۔ جاوید اقبال بتاتے ہیں کہ ”یہ طے تو میری والدہ کرتیں کہ گھر میں کیا پکنا ہے لیکن کھانا پکانے کے لیے سودا سلف علی بخش قلعہ گوجر سنگھ کے بازار سے لاتا تھا۔ میری والدہ پردہ کرتی تھیں، اس لئے علی بخش کو ماں وڈی (۱۴) کے ذریعے ہی بتایا جاتا کہ اس نے کیا لانا ہے وہ حساب بھی انہی کو دیتا۔ بعض اوقات جب علی بخش ماں وڈی کو طنزاً مائی جی کہہ کر بلاتا تو ماں وڈی بہت ناراض ہوتیں اور اس کی خوب گوشمالی کرتیں کہ تم کون ہوتے ہو مجھے مائی جی کہنے والے۔ اپنی صورت تو دیکھو! کیا میں تمہیں مائی لگتی ہوں؟ کبھی کبھی علی بخش مجھے اپنے کندھوں پر بٹھا کر بازار سے سودا سلف لینے جاتا۔ ایک آدھ بار سڑک پر بھائی آفتاب سے ملاقات ہوئی اور علی بخش نے مجھے بتایا کہ یہ تمہارے بڑے بھائی ہیں۔ ان سے ہاتھ ملاؤ! میں نے ان کے کندھوں پر بیٹھے بیٹھے بھائی آفتاب کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔“ (۱۵)

اقبال تو گویا علی بخش کے بغیر ایک پل نہ گزار سکتے تھے۔ کبھی آواز دیتے کہ علی بخش حقہ تازہ کر کے لاؤ! کبھی کہتے علی بخش! قلم دان اٹھا کر لاؤ! کبھی قرآن پاک لانے کے لیے کہتے اور کبھی کہتے کہ علی بخش! کندھے دباؤ! یوں سارا دن علی بخش اقبال کی خدمت میں حاضر رہتا۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتا، ان کے کمرے کی خود صفائی کرتا،

ہر شے کو قرینے اور سلیقے کے ساتھ رکھتا۔ علامہ صاحب کو موتیے کی خوشبو بہت پسند تھی۔ علی بخش روزانہ موتیے کے پھول توڑتا اور انہیں ایک پلیٹ میں لا کر بستر کے پاس رکھ دیتا۔ ڈورس احمد (Doris-Ahmad) لکھتی ہیں:

"Ali Bakhsh would pluck the flowers and place them on a plate near Dr. Sahib's bed. He liked the fragrance of Motia in his room. Dr. Sahib's room was cleaned and kept tidy every morning by Ali Bakhsh with the help of the sweepress ... Ali Bakhsh did not like anybody to enter or fare in his tidying up of Dr. Sahib's room."<sup>(۱۶)</sup>

سید نذیر نیازی نے درست لکھا ہے کہ اقبال اور علی بخش ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہو گئے تھے۔<sup>(۱۷)</sup> علی بخش کو ہر لحظہ اس بات کی فکر ہوتی کہ کوئی کام آقا کے مزاج اور طبع کے خلاف نہ ہو۔ سید نذیر نیازی رقم طراز ہیں کہ ”علی بخش کی تربیت ہی اس طرح ہوئی تھی کہ وہ کوئی کام حضرت علامہ کے خلاف منشا نہ کر سکتا تھا۔“<sup>(۱۸)</sup> اقبال کی عادت تھی کہ وہ صبح سویرے اٹھ جاتے اور تہجد کی نماز ادا کرتے۔ نہایت خوش الحانی سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور فجر کی نماز پڑھتے۔ علی بخش کا بیان ہے کہ ”ڈاکٹر صاحب عام طور پر مجھے اپنے کمرے کے بالکل نزدیک سلایا کرتے تھے۔“<sup>(۱۹)</sup> اگرچہ بقول سید نذیر نیازی، علامہ اقبال کی ”خواب گاہ کے پاس ہی بڑے کمرے میں سویا کرتا تھا۔“<sup>(۲۰)</sup> تاہم اس کا معمول تھا کہ وہ اقبال کے لیے وضو کے پانی اور جائے نماز کا اہتمام رات کو سونے سے پہلے ہی کر دیتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علامہ صاحب کو صبح اٹھ کر کسی دقت یا پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

اقبال سے ملنے والے دوست احباب کا صبح و شام تاننا بندھا رہتا۔ علی بخش سب کی آؤ بھگت کرتا۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتا اور تواضع کرتا۔ وہ نہایت سمجھ دار اور زیرک تھا اور خوب سمجھتا تھا کہ ”ڈاکٹر صاحب کا خاص حلقہ کیا ہے۔ ان کے عقیدت مند کون ہیں؟ ڈاکٹر صاحب کے ملاقاتی تھوڑی دیر بیٹھیں یا زیادہ، نشستیں طویل ہوں یا مختصر، احباب کا حلقہ ہو یا قومی اور سیاسی معاملات کی گفتگو، تخلیہ ہو یا رازداری، علی بخش کی ہر بات پر نظر رہتی۔ خوب جانتا ملاقاتیں رسی ہیں، کوئی ذاتی یا سیاسی مقصد انہیں ڈاکٹر صاحب کے پاس کھینچ کر لایا ہے، مزاج پر سی ہو رہی ہے یا دنیا داری؟ آنے والے حال پوچھنے آئے ہیں یا کچھ معلوم کرنے۔ علی بخش سب کو جان گیا تھا، سب کو سمجھتا، حتیٰ کہ ان پر رائے زنی بھی کرتا۔“<sup>(۲۱)</sup>

علی بخش نے تیس بتیس برس اقبال کی خدمت کی۔ وہ اگرچہ پڑھا لکھا نہیں تھا اور علمی معاملات کی اسے سمجھ نہ تھی تاہم جہاں تک اقبال کی عادات و خصائل، مزاج اور شخصی اوصاف کا تعلق ہے علی بخش سے بڑھ کر کوئی اس سے آگاہ نہ تھا۔ اقبال لباس کیسا پہنتے تھے؟ کھانا کس وقت کھاتے تھے؟ کھانے میں کیا پسند تھا؟ سونے اور جاگنے کے معمولات کیا تھے؟ مشاغل کیا تھے؟ احباب کی محفل میں کون کون لوگ شریک ہوتے تھے؟ رشتہ داروں سے سلوک کیسا تھا؟ ماہانہ آمدنی اور اخراجات کتنے تھے؟ شعر کہنے کا انداز کیا تھا؟ تلاوت قرآن اور نماز کے کتنے پابند تھے؟ غرض یہ کہ درونِ خانہ اقبال کی زندگی سے متعلق بہت سے ایسے واقعات اور باتیں ہیں جو صرف علی بخش کو معلوم تھیں اور

وہی ان کے واحد راوی ہیں مثلاً ایک انٹرویو میں علی بخش نے اقبال کے متعلق بتایا کہ وہ فطرتاً رحم دل تھے اور انہیں غصہ بہت کم آتا تھا لیکن جب کبھی غصہ آتا تو پھر اپنے اوپر قابو نہ پاسکتے تھے۔ مجھے ان کی رحم دلی کا ایک واقعہ یاد ہے۔ ایک مرتبہ ایک چور گھر میں گھس آیا اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ ہم میں سے کسی نے اس کی پٹائی کر دی۔ اقبال نے ہمیں چور کی پٹائی سے منع کیا، اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے اسے کھانا کھلایا اور بھیج دیا۔ "سید نذیر نیازی درست لکھتے ہیں کہ "تیس بتیس برس کا ساتھ، ڈاکٹر صاحب کے ظاہر و باطن سے واقف، علی بخش سے زیادہ کس کی بات سند ہو سکتی تھی" (۲۲) علی بخش نے زندگی کا ایک طویل عرصہ اقبال کی خدمت میں گزارا، ان کا یہ بیان کہ ڈاکٹر صاحب نے کبھی مجھے برا بھلا نہیں کہا۔ ایک دفعہ ان کے بھانجے نے مجھے گالی دی۔ اس پر سخت ناراض ہوئے بلکہ اسے پیٹا بھی۔ البتہ دو تین دفعہ مجھ سے خفا ضرور ہوئے اور یہ خفگی بھی تھوڑی دیر میں جاتی رہی۔ (۲۳)

علی بخش بیان کرتا ہے کہ زندگی میں صرف ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ جب حضرت علامہ مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور ڈانٹ بھی پلائی۔ وہ بتاتا ہے کہ "ایک دفعہ ایک سکھ علامہ صاحب سے ملنے آیا اور میں نے اسے علامہ صاحب کے پاس پہنچا دیا کیونکہ ان کے پاس ہر قسم اور ہر مذہب کے لوگ آتے تھے۔ کسی کو روک ٹوک نہ تھی بیٹھتے ہی اس سکھ نے ایک دم اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے بوتل نکالی اور گلاس میں شراب انڈیل کر غٹا غٹ چڑھا گیا۔ یہ دیکھ کر علامہ صاحب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور مجھے گرج دار آواز میں ڈانٹا۔ علی بخش! تم نے اس کم بخت کو گلاس کیوں دیا اور جب یہ شراب پینے لگا تو اسے منع کیوں نہیں کیا، اب یہ گلاس باہر پھینکو اور اس بدتمیز کو یہاں سے نکال دو۔ میں نے خاموشی سے ان کے احکامات پر عمل کیا لیکن باقی سارا دن ان کی طبیعت مکدر رہی اور اس روز پہلی دفعہ، مجھے دو تین بار جھڑکیاں سننی پڑیں۔ (۲۴) ڈورس احمد (Doris-Ahmad) نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ ایک موقع تھا کہ جب اقبال نے پہلی دفعہ علی بخش کو ڈانٹا اور اس پر بہت خفا ہوئے ورنہ وہ ہمیشہ اس سے نرمی اور شفقت سے بات کرتے تھے۔ ڈورس احمد نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے:

"A Sikh once came to see him. He came and sat in Dr. Sahib's room for a while. Then he went outside and asked Ali Bakhsh to bring him a soda water bottle (Out of ear shot of Dr. Sahib's). Ali Bakhsh fetched him a soda from across the street and the men produced a flask from his pocket and was sitting in the veranda having a drink. When Dr. Sahib somehow found out what was going on, he was so agitated that inspite of his illness he got out of bed and rushed to the veranda. He was suffering from throat trouble but he tried to shout at the man and told him to get out of his house. On hearing the commotion I ran out from the inner room and found Dr. Sahib absuring the man even though his voice was very weak. He also strongly reprimanded Ali Bakhsh for having brought soda for the sikh.

This was the only time that I had seen him getting angry with Ali Bakhsh with whom he was normally very courteous and gentle." (۲۵)

اقبال کی آخری علالت کے دنوں میں علی بخش ہر وقت ان کی خدمت میں حاضر رہتا۔ کبھی ان کا بستر اٹھیک کرتا، کبھی کپڑے بدلواتا، کبھی بازو دباتا، کبھی دوائی پکاتا، کبھی حجامداری کرنے والوں کو بٹھاتا، انہیں چائے پلاتا، فکر مند اور پریشان علی بخش بار بار بارگاہِ الہی میں ہاتھ اٹھا کر اپنے آقا کی صحت کے لئے دعا مانگتا۔ سچ ہے ”دنیا میں محمد اقبال ایسے آقا اور علی بخش ایسے ملازم کی مثالیں بہت کم ملیں گی۔ علی بخش محض علی بخش نہیں تھا محمد اقبال کی زندگی کا جزو تھا۔“ (۲۶) زندگی کی آخری ساعتوں میں بھی صرف علی بخش ہی اقبال کے پاس تھا اور اس کی آغوش میں انہوں نے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ عبدالحجید سالک رقم طراز ہیں:

”علی بخش نے چوکی پلنگ کے ساتھ لگا دی۔ اس وقت علی بخش کے سوا کمرے میں کوئی دوسرا نہ تھا۔ علامہ نے اس سے فرمایا میرے شانوں کو دباؤ، پھر لیٹے لیٹے اپنے پاؤں پھیلا لیے اور دل پر ہاتھ رکھ کر کہا ”یا اللہ! یہاں درد ہے“ اس کے ساتھ ہی سر پیچھے کی طرف گرنے لگا۔ علی بخش نے بڑھ کر سہارا دیا تو سوا پانچ بجے صبح حضرت حکیم الامت نے قبلہ رو ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے دربار میں سرخرو حاضر ہو گئے،“ (۲۷)

فقیر وحید الدین، اقبال کی وفات کے بعد سوگوار ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے علی بخش کے غم کی کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ”ڈاکٹر صاحب کا وفادار ملازم علی بخش کوٹھی کے باہر چٹیں مار مار کر رو رہا تھا،“ (۲۸) اقبال کی وفات کے بعد گھر کے سب ملازموں کو فارغ کر دیا گیا البتہ علی بخش بدستور جاوید منزل میں رہا اور اقبال کے بچوں کی خدمت کرتا رہا۔ اقبال کے دونوں بچوں جاوید اور منیرہ سے علی بخش کو بے حد محبت تھی۔ دونوں اس کی گود کھلائے ہوئے تھے۔ ڈورس احمد لکھتی ہیں کہ جب جاوید اقبال انگلستان سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد واپس آئے تو علی بخش نے جاوید اقبال کو اپنی جمع پونجی کے پانچ ہزار روپے کی پیشکش کی تاکہ وہ اپنی وکالت کا آغاز کر سکیں۔

"When Javid came back from England Ali Bakhsh offered him Rs.5000 with the intention of helping him start his practice, (This shows the extent of his sincerity and devotion to the family of Iqbal." (۲۹)

شاید کبھی ایسا ہوا ہو کہ کسی علمی و ادبی مجلس کی صدارت ایک ایسے شخص کے حصے میں آئے کہ علم و ادب تو ایک طرف جس نے کبھی اسکول کا بھی منہ نہ دیکھا ہو۔ یہ اعزاز بھی علی بخش کو حاصل ہوا۔ علی بخش گو ان پڑھ تھا مگر اس کا سینہ حیات اقبال کے حوالے سے گراں قدر یادداشتوں کا خزانہ تھا چنانچہ ”۲۱-۱ اپریل ۱۹۶۶ء کو یومِ اقبال کے سلسلے کے پہلے اجلاس کی صدارت ان پڑھ علی بخش کو سونپی گئی،“ (۳۰)

علی بخش مرحوم نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت علامہ سے متعلق اپنی یادداشتیں اپنے لے پالک

بیتجے محمد اقبال کو لکھوائیں جو لگ بھگ سو صفحات پر مشتمل تھیں۔ بعد ازاں محمد اقبال نے یہ یادداشتیں ایہ کے ایک شخص ملک محمد انور بودلہ کے سپرد کر دیں مگر ۱۹۹۱ء میں پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوروی مرحوم نے ان سے یہ یادداشتیں لے لیں اور وعدہ کیا کہ وہ انہیں شائع کرائیں گے۔ بقول انور بودلہ ان یادداشتوں کی عکسی نقل ان کے پاس  ہے، (۳۱)

علی بخش کو حکومت پاکستان کی طرف سے اقبال اور ان کے خاندان کی خدمت کے صلے میں فیصل آباد کے ایک گاؤں نلے والی ۱۸۸-آربی میں ایک قطعہ اراضی عطا کیا گیا یہ قطعہ اراضی کب ملا اور کل رقبہ کتنا تھا؟ اس سلسلے میں مختلف بیانات ملتے ہیں کسی کا یہ خیال ہے کہ یہ قطعہ اراضی سابق صدر ایوب خان نے عطا کیا اور کل رقبہ ایک مربع تھا۔ (۳۲) کسی کا یہ خیال ہے کہ یہ قطعہ اراضی علی بخش کو حکومت پاکستان نے ۱۹۵۶ء میں عطا کیا اور یہ دو مربے پر مشتمل رقبہ تھا۔ (۳۳) راقم کے خیال میں یہ بیانات حقیقت سے دور ہیں اصل صورت یہ ہے کہ علی بخش کو عطا کیے جانے والے قطعہ اراضی کا کل رقبہ دو سو اکیس کنال یعنی ایک مربع دو ایکڑ اور پانچ کنال تھا۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ یہ رقبہ کب ملا؟ تو اس ضمن میں علامہ عرشی امرتسری کا علی بخش سے لیا گیا انٹرویو بہت اہم ہے عرشی صاحب کا بیان ہے کہ وہ علی بخش سے ملنے کے لیے سات دسمبر ۱۹۵۳ء کی صبح جاوید منزل لاہور پہنچے اور علی بخش سے ملاقات ہوئی۔ وہ رقم طراز ہیں :

”یہ تو اخبارات سے معلوم ہوا تھا کہ علی بخش کو علامہ کا ملازم ہونے کی وجہ سے حکومت پاکستان نے ایک مربع زمین لائل پور کے علاقے میں عطا فرمائی ہے۔ آج اس کی اپنی زبان سے معلوم ہوا کہ پونے تین سال کی تک و دو کے بعد اب جا کر اس کا قبضہ حاصل ہوا ہے۔“ (۳۴)

عرشی امرتسری کی علی بخش سے ۷ دسمبر ۱۹۵۳ء کو ملاقات ہوئی اور وہ اس ملاقات کا احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں اخبارات کے ذریعے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ علی بخش کو حکومت پاکستان نے قطعہ اراضی عطا کیا اور اسی ملاقات میں علی بخش نے انہیں بتایا کہ پونے تین سال کی جدوجہد کے بعد حکومت پاکستان کی عطا کی ہوئی اراضی کا قبضہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ اراضی ۱۹۵۳ء میں بھی نہیں بلکہ اس سے بھی پونے تین سال پہلے مل گئی تھی، پونے تین سال کا عرصہ اس اراضی کا قبضہ حاصل کرنے کی جدوجہد میں صرف ہوا۔

بعض احباب کا یہ خیال ہے کہ جناب قدرت اللہ شہاب کی کوششوں سے علی بخش کو حکومت پاکستان نے قطعہ اراضی الاٹ کیا۔ یہ بیان بھی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ خود قدرت اللہ شہاب نے ”شہاب نامہ“ میں اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ جب خواجہ عبدالرحیم (۳۵) سے لاہور میں ان کی ملاقات ہوئی تو خواجہ صاحب نے ان سے کہا کہ حکومت پاکستان نے علی بخش کو جو اراضی عطا کی ہے اس کا قبضہ دلانے میں اس کی مدد کرو۔ قدرت اللہ شہاب نے خواجہ عبدالرحیم کی ہدایت پر عمل کیا اور علی بخش کو حکومت سے اراضی دلانے میں نہیں البتہ حکومت کی طرف سے عطا شدہ اراضی کا قبضہ دلانے میں ضرور معاونت کی۔ (۳۶)

اقبال جب حیات تھے تو علی بخش سے اکثر کہا کرتے تھے کہ علی بخش! خدا نے چاہا تو ہم اگلے سال ضرور حج کو چلیں گے اور تم میرے ساتھ ہو گے مگر ہر دفعہ کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آ جاتا کہ ان کی یہ آرزو پوری نہ ہو

سکی۔ (۳۷) اقبال کی وفات کے بعد ستمبر ۱۹۴۹ء میں علی بخش کو حج کی سعادت نصیب ہوئی تو اسے اقبال بہت یاد آئے اسے یاد آیا کہ زندگی کے آخری ایام میں اقبال نے اس سے کہا تھا کہ ”علی بخش! اب تو حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ میرے حج کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مگر تم حج ضرور کرو گے۔“ (۳۸) علی بخش بیان کرتا ہے کہ اقبال کی وفات کے بعد جب مجھے بیت اللہ جانے کی سعادت نصیب ہوئی تو مجھے یوں لگا جیسے ڈاکٹر صاحب میرے سامنے مسکرا رہے ہیں اور ان کی یاد آتے ہی میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ (۳۹)

علی بخش کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک لے پالک بھتیجا تھا جو علی بخش کے بھائی مہر دین کا بیٹا تھا اس کا اصل نام غلام محمد تھا تاہم اقبال کے نام سے زیادہ معروف ہوا وہی علی بخش کا بیٹا تھا۔ علی بخش نے حکومت پاکستان کی طرف سے ملنے والی اراضی بھی اپنی زندگی ہی میں اپنے بھتیجے اقبال کے نام ہبہ کر دی تھی۔ جب بڑھاپا زیادہ ہو گیا تو وہ جاوید منزل سے رخصت ہو کر اپنے بھتیجے اقبال کے پاس نلے والی چک جھمرہ فیصل آباد آ گیا۔ زندگی کے آخری ایام یہاں بسر ہوئے۔ ۲ جنوری ۱۹۶۹ء کو علی بخش کا انتقال ہوا اور نلے والی چک نمبر ۱۸۸ آر بی میں اس کی تدفین ہوئی۔

### حوالہ جات

- ۱۔ نذیر نیازی، سید، دانائے راز، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۹ء، ص ۱۷۹
- ۲۔ نذیر نیازی، سید، اقبال کی آخری علالت، مضمون: اقبالیات، سید نذیر نیازی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۴ء، ص ۴۱
- ۳۔ مولوی حاکم علی مشن کالج میں پروفیسر تھے، بعد ازاں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہے۔
- ۴۔ عین ممکن ہے کہ اقبال نے پہلے سے مولوی حاکم علی کو اپنی ضرورت سے آگاہ کیا ہو اور اس امر کا اظہار کیا ہو کہ وہ گھر پر کوئی دیانت دار اور با اعتماد ملازم رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ جب مولوی صاحب نے علی بخش کو اپنے گھر میں تین چار ماہ رکھ کر قابل اعتماد پایا تو خود اسے سفارشی رقعہ دے کر اقبال کے پاس ملازمت کے لیے بھیج دیا ہو۔
- ۵۔ جاوید اقبال، ”زندہ رود- حیاتِ اقبال کا تشکیلی دور، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۵ء، ص ۹۲
- ۶۔ وحید الدین، فقیر، سید، روزگارِ فقیر (جلد اول) کراچی: فقیر سپرنگ ملز لمیٹڈ، ۱۹۶۴ء، ص ۶۵
- ۷۔ Civil And military Gazette, Iqbal Supplement, 21, April, 1954
- ۸۔ سالک عبد المجید، ذکرِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۵۵ء، ص ۲۸-۲۲
- ۹۔ محمد عبداللہ چغتائی، ڈاکٹر، روایاتِ اقبال، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷ء، ص ۷۳، ۷۲
- ۱۰۔ ایضاً، ص ۸۳، ۸۲
- ۱۱۔ علی بخش کے نام اقبال کا صرف یہی ایک خط ہے جو ۱۱ دسمبر ۱۹۰۷ء کو لندن سے تحریر کیا گیا۔

۱۲۔ محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد اول)، (مرتب: سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۸

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ماں وڈی کا اصل نام رحمت بی بی تھا، یہ ایک کشمیری خاتون تھی جو سردار بیگم (والدہ جاوید اقبال) کی شادی کے موقع پر اُن کے ساتھ آئی تھی اور گھریلو امور میں اُن کا ہاتھ بٹاتی تھی۔

۱۵۔ جاوید اقبال، اپنا گریاں چاک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۱۸

۱۶۔ Doris Ahmad, Iqbal As I Knew Him, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2001, P.20-21

۱۷۔ نذیر نیازی، سید، دانائے راز، ص ۱۷۳

۱۸۔ نذیر نیازی، سید، اقبال کی آخری علالت، مشمولہ: اقبالیات سید نذیر نیازی، ص ۵۸

۱۹۔ شہاب قدرت اللہ، شہاب نامہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۳۴۶

۲۰۔ نذیر نیازی، سید، اقبال کی آخری علالت، مشمولہ: اقبالیات سید نذیر نیازی، ص ۵۵

۲۱۔ نذیر نیازی، سید، دانائے راز، ص ۱۷۷

۲۲۔ شاہین رحیم بخش، (مرتب)، اوراقِ گم گشتہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء، ص ۳۰۹

۲۳۔ خالد نظیر صوفی، اقبال - درونِ خانہ، لاہور: بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۳۱

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۲۶

۲۵۔ Doris Ahmad, Iqbal As I Knew Him, 2001, P.10-11

۲۶۔ نذیر نیازی، سید، دانائے راز، ص ۱۸۵

۲۷۔ سالک عبدالحجید، ذکرِ اقبال، ص ۲۲۳

۲۸۔ وحید الدین، فقیر، سید، روزگارِ فقیر (جلد اول) کراچی: فقیر سپنگ ملز لمیٹڈ، ۱۹۶۴ء، ۱/۲۳۸

۲۹۔ Doris Ahmad, Iqbal As I Knew Him, 2001, P.18

۳۰۔ صابر کلروی، ڈاکٹر، داستانِ اقبال، لاہور: نشریات، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۰۶

۳۱۔ مزمل حسین، ڈاکٹر، علامہ اقبال اور لیتھ، فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۱۶۵

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۷۳

۳۳۔ Doris Ahmad, Iqbal As I Knew Him, 2001, P.17

۳۴۔ عرشی امرتسری، علامہ، اقبال پیامبرِ اُمید، مرتب: ڈاکٹر تصدق حسین راجا، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۰ء،

ص ۴۵

۳۵۔ خواجہ عبدالرحیم ممتاز بیورو کریٹ رہے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں فیصل آباد (اُس وقت لائل پور) کے ڈپٹی کمشنر

تھے۔ قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی ڈویژن کے کمشنر بنے۔ صوبہ پنجاب کے چیف سیکرٹری بھی مقرر ہوئے۔ علامہ اقبال کے عقیدت مند تھے۔ مرکزی مجلس اقبال کے صدر کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ ان کا ۵ نومبر ۱۹۷۴ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔ ان کے بیٹے طارق رحیم ممتاز قانون دان اور سیاست دان تھے۔ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ۱۹۸۸ء میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور بعد ازاں ۱۹۹۶ء میں ملک معراج خالد کی نگران حکومت کے دور میں خواجہ طارق رحیم کو پنجاب کا گورنر مقرر کیا گیا۔

۳۶۔ دیکھیے، شہاب نامہ، ص ۷۴ تا ۵۴۵

۳۷۔ محمد عبداللہ چغتائی، ڈاکٹر، روایات اقبال، ص ۸۵

۳۸۔ ایضاً، ص ۸۶

۳۹۔ ایضاً